پُراسرار بندے

میری ماموں زاد کو حج کرکے لوٹے ابھی دو ہفتے ہیں ہوئے تھے ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی باجی شمسہ نے اپنی بہن نزہت کا بیٹا اپنا لیا ایک ہی شہر میں رہتے بستے تھے اس لئے صبح باجی کے گھر اور شام کو اپنے حقیقی والدین کے ساتھ وقت بتاتے وہ لڑکا سکول جانے کی عمر کو پہنچا تو طے یہ پایا کہ منہ بولے والدین چاہیے جس سکول میں داخل کرا دیں مشترکہ رائے کے بعد باجی شمیم نے اپنے قریب ترین سکول میں بچے کو داخل کرا دیا۔ لٹل اینجل بچوں کا انگلش پرائمری سکول تھا ہر صبح باجی اپنے شوہر کو آفس بھیج کر بچے کو بھی بڑے ہی چاؤ سے تیار کر کے سکول چھوڑنے جاتی اور چھٹی کے وقت خود اسے گھر لے کر آتی، کھلا پلا کر بچہ آرام کرکے شام کے وقت مولوی صاحب سے قرآن پاک پڑھتا جب تک باجی کے شوہر بھی گھر آکر چائے ناشتے سے فارغ ہو چکے تو سب مل کر نزہت کے گھر روزانہ بچے کو اس کے حقیقی بھائی بہن اور والدین سے ملا کر آجاتے کیونکہ باجی کے میاں بھی ان کے کزن ہی تھے اس لئے بچے کے بارے میں دونوں گھرانے مطمئن اور بے فکر رہے لیکن جب بچے نے پرائمری سکول پاس کر لیا تب تک معمولی معمولی باتوں پر دل دور ہوتے چلے گئے اور پھر لڑکے کے والدین نے یہ کہہ کر احسان جتا دیا کہ ہم نے اتنے سالوں تک اپنا بچہ آپ لوگوں پر ترس کھا کر آپ کے حوالے کیا رکھا مگر اب بہتری اسی میں ہے کہ ہمارا بچہ ہمارے پاس رہے باجی اور ان کے شوہر بچے سے بہت پیار کرتے تھے اور وہ لڑکا بھی اپنے خالہ خالو سے کافی مانوس ہو چکا تھا مگر ان کی ایک نہ چلی بچے کے والدین آکر بچے کو ساتھ لے گئے باجی کو اتنا بڑا گھر کھانے کو دوڑتا تھا شوہر کام پر چلے جاتے تو باجی سارے گھر میں بولائی بولائی پھرتی تھی آخر ایس

میں مشورہ کرکے باجی نے سسرال سے ایک یتیم لڑکی کو گود لے لیا۔ یوں ان کے گھر میں بھی خوشی لوٹ آئی دن سالوں میں بدلتے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ لڑکی جوان ہو گئی میٹرک پاس کر لیا تو رشتے داروں میں لڑکی کے رشتے کی بات اٹھنے لگی لڑکی کے ننھیال اس لڑکی کو کھونا نہیں چاہتے تھے

اس لئے وہ اپنے اپنے لڑکوں کے لیے اس لڑکی کا ہاتھ مانگ رہے تھے تو دوسری طرف لڑکی کے ددھیال اپنے لڑکوں کی فہرست ہاتھ میں لئے چلے آ رہے تھے دراصل وہ لڑکی تھی بھی بڑی سمجھدار سلیقہ شعار اور خوبصورت بھی ایسی جیسے اللہ نے اسے بڑی فرصت میں بیٹھ کر بنایا تھا شائستہ اطوار اور سگھڑ بھی بہت تھی مگر جب باجی نے دیکھا کہ لڑکی کے نانا - دادا یعنی دونوں طرف سے دونوں خاندان کھینچا تانی کر رہے ہیں باجی نے کہہ دیا کہ جو ہماری بیٹی کی خواہش ہوگی ہم اس کے مطابق رشتہ طے کر دیں گے آخر کار جب لڑکی سے پوچھا گیا اور جس لڑکے کے حق میں اس نے ووٹ ڈالا وہاں منگنی کر دی گئی باقی دعویدار منہ لٹکا کر اور بھنا کر رہ گئے اب باجی اور اس کے میاں نے طے کیا کہ گھر میں لڑکی اور اپنے زمین کے مزارعہ کی فیملی موجود ہے دوسرے عزیز و اقارب بھی آس پاس ہی رہتے ہیں آنا جانا لگا رہتا ہے کوئی فکر پریشانی کی بات تو ہے نہیں ہم دونوں پہلے حج کر آتے ہیں بعد میں واپس آ کر شادی طے کر دیں گے خیال تھا ربیع الاول میں ہی لڑکی کی شادی سے فارغ ہو جائیں گے

مگر ایسا جب باجی شمیم اور ان کے میاں حج کر کے لوٹے تو پہلے سے بھی زیادہ عبادت گزار ہو چکے تھے نماز کی پابندی ہمیشہ سے کی تھی یوں آج بھی میاں بیوی نے ساتھ ساتھ جائے نماز بچھا رکھے تھے میاں نماز سے فارغ ہو کر کرسی پر بیٹھ کر اوراد میں مصروف

تھے باجی نے سلام پھیرا اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے پانی کا گلاس دو
نجانے کیوں میرا حلق خشک ہو رہا ہے
پاس ہی آبِ زم زم کا ڈبہ پڑا تھا میاں نے اس میں سے
گلاس بھر کر باجی کو دیا جو کہ باجی نے خود اپنے ہاتھوں
سے گلاس پکڑ کر پانی پیا۔ گلاس زمین پر رکھتے ہی باجی نے جان
جانِ آفرین کے سپرد کر دی ان کے میاں نے اپنی منہ بولی بیٹی
کی شادی ربیع الاوّل میں کر دی کہ باجی کی یہ ہی خواہش
تھی سب اپنے اپنے گھروں میں خوش باش ہیں مگر اکثر باجی
کی موت پر سب ہی عش عش کر اٹھتے ہیں کہ جیسی متقی
شکر گزار اور عبادت گزار تھی ویسی ہی پیاری موت آئی
یعنی نماز مکمل کر کے جائے نماز پر باوضو آبِ زم زم پی کر وہ
اپنے اللہ کی بارگاہ میں جا حاضر ہوئی۔ سبحان اللہ اللہ اکبر
دوسرا واقعہ میری خالہ زاد جو کہ عمر کے لحاظ سے تو امّی جان
سے بھی کافی بڑی تھیں مگر رشتے میں میری بڑی خالہ جان کی
بڑی بیٹی تھیں جن دنوں میں ان کی شادی ہوئی ان وقتوں گھر
میں بڑے آپس میں بیٹھ کر فیصلہ کر لیتے کہ ہمارے بیٹے کے
لئے اپنی بیٹی ہماری جھولی میں ڈال دیجیئے اگر دونوں طرف
سے ہاں ہو گئی تو آپس میں منہ میٹھا کر کرا لیتے۔ مبارک دیدی
یوں بات پکی ہو جاتی اور مبارک بادیں دیں اور لیں جاتیں
خواہ لڑکا لڑکی چیختے سر پیٹتے رہ جائیں کہ مجھے یہاں پر
شادی نہیں کرنی۔ مگر بڑوں نے زبان دیدی سو دے دی۔
کچھ ایسا ہی معاملہ میری کزن سسٹر کا تھا جس کے والد اور ساس سسر ان کی شادی کے
چار سال کے بعد وفات پا گئے جب کہ وہ تھی بھی میری خالہ زاد اور اس کا منگیتر بھی کوئی
غیر نہیں ہمارے ماموں زاد بھائی ہی تھے جب بھائی کو
معلوم ہوا کہ ان کی شادی خالہ کی بیٹی سے طے کر دی گئی
ہے تو اس نے بہت واویلا کیا کہ مجھے وہاں شادی نہیں

کرتی مگر وہ جب بھی چیختا چلاتا اور انکار کرتا ہمیشہ بات
ممانی جان کے سامنے کرتا حالانکہ اس وقت وہ فوج میں
کیپٹن تھا اور ماموں جان بھی کرنل ڈاکٹر کے عہدے پر
فائز تھے اس کے باوجود بھائی کی مجال نہیں تھی کہ والد صاحب
کے سامنے آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے یا زبان کھول سکے مگر
بھائی ممانی کے سامنے خوب خوب احتجاج بلکہ تکرار کرتا تھا
ادھر میرے خالو جان بھی کرنل ڈاکٹر تھے ان کا بیٹا کیپٹن تھا
جس کے ساتھ ماموں جان کی لڑکی کی شادی طے ہو چکی
تھی یعنی کہ ادلے بدلے کی اور باہم پلہ رشتوں کی ڈوری کو
بڑوں نے بڑا سوچ سمجھ کر پکا کرنے کی سکیم بنائی تھی
ماموں جان کی لڑکی اور اس کا منگیتر تو خفیہ طور پر
ایکدوسرے کو پسند بھی کرتے تھے مگر بھائی کو نجانے کیوں
اپنی منگیتر ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اس طرح ہر وقت ہر طرح
بھائی کے مسلسل انکار پر ممانی جان نے پوچھا بھی کہ آخر لڑکی
میں کونسا عیب دیکھا ہے جو یوں ہتھے سے اکھڑے جا رہے
ہو تو بھائی نے کہا کہ عیب تو ڈھونڈنے سے بھی اس
میں نہیں ملے گا مگر میں اس کو بیوی کے روپ میں اپنا
نہیں دیکھ سکتا۔ وہ میری خالہ زاد بہن ہے اور بس۔
آخر مجبور ہو کر ممانی جان نے ماموں جان سے بات کی کہ
لڑکا اس رشتے پر کسی طور نہیں راضی ہو رہا۔
یہ سنتے ہی ماموں جان غصے سے گرجنے لگے کہ اس کی یہ
جرأت! میں تو اس کو جان سے مار ڈالوں گا وغیرہ
وغیرہ۔ ماموں جان کے سامنے تو بھائی گھگھیا کر رہ گئے
یوں دونوں گھرانوں میں شہنائیاں گونج اٹھیں
اب ایک شادی شدہ جوڑا اپنی پسند کے مطابق شادی ہونے سے

خوشیوں کے جھولے جھول رہا تھا مگر دوسرے جوڑے کے لئے تو
یہ شادی ایک سزا سے کم نہ تھی حالانکہ اس دلھن کا تو کوئی
قصور بھی نہ تھا کیونکہ جہاں بھی والدین نے شادی طے کر
دی لڑکی نے والدین کی رضا میں راضی ہو کر سر تسلیم خم کر
دیا۔ مگر وہ بیاہ کر بھی بیوہ کی سی زندگی گزار رہی تھی کیونکہ
کہتے ہیں ناں کہ سہاگن وہ جو پیا من بھائے جب کہ اس کی قسمت
میں پیا کا پیار نہیں تھا یوں ہی گزرتے گزرتے 8 سال شادی
شدہ زندگی کے گزر ہی گئے اس کے بعد دو بچوں کے باپ نے
گھر آنا بہت ہی کم کر دیا۔ بیوی بچے منہ اٹھا اٹھا کر راہ
دیکھا کرتے تھے آخر کار عقدہ کھلا کہ بھائی نے ایک ڈاکٹر سے
خفیہ شادی کر رکھی ہے یہ جان کر سب عزیزوں رشتہ داروں
نے ڈانٹ پھٹکار کرنا شروع کر دی تو بھائی نے غصے میں
آ کر پہلی بیوی کو طلاق لکھکر بھیج دی اور اپنے دونوں بچے
اس سے چھین کر بورڈنگ سکول میں ڈال دیئے اور بچوں
کی دیکھ بھال کے لئے گورنس کا انتظام بھی کر دیا تھا مگر
بچے کس شہر میں کس سکول میں پڑھتے ہیں کہاں رہتے ہیں
یہ بات کسی کو بھی رشتہ دار کو معلوم نہ تھی۔ بچوں کو دیکھنے کے
لئے ماں کی مامتا تڑپتی رہی اور وہ سب کی منتیں کرتی روتی
بلکتی فریادیں کرتی رہتی کہ خدارا کسی طرح میرے بچوں سے ملنے
کا کوئی راستہ نکالو آخر بارہ سال بعد پتہ چل سکا کہ
دونوں بھائی بہن فلاں شہر میں فلاں سکول میں پڑھتے ہیں
اور سکول کی انتظامیہ کو سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ
ان بچوں سے کوئی بھی نہ مل سکے بڑی رازداری سے بہت
منت سماجت کے بعد ماں کو اپنے بچوں کو دیکھنے ملنے
کی اجازت ہیڈ مسٹرس سے مل سکی۔
چند ایک ملاقاتوں کے بعد جب بھید کھل گیا تو بچوں کو
پھر کسی دوسرے شہر کے کسی دوسرے ہوسٹل میں بھیج

دیا گیا۔ یوں ہی تڑپتے سسکتے دن گزر رہے تھے آج بھی حسبِ عادت
خالہ جان اور انکی بہو پوتیاں پوتے سب نمازِ فجر کے لئے اٹھے
میری خالہ زاد بہن طلاق ملنے کے بعد سے اپنی امی کے ساتھ
ہی رہتی تھی جب سب مؤذن کی سریلی آواز میں اذان میں
بھلائی کے راستے پر دوڑے چلے آنے کا حکم ربانی سن کر
اپنے اپنے جائے نماز بچھا رہے تھے اس وقت میری خالہ زاد
بہن تہجد پڑھنے کے بعد قرآن خوانی میں مصروف تھی
سب نے مل کر اذان کا جواب دینے کے بعد دعا کی پھر مل کر ہی
نمازِ فجر ادا کی گئی میری خالہ زاد اپنے معبودِ برحق کے
حضور سر بسجود تھی سب اپنے اپنے روزمرہ کے کاموں میں
لگ گئے خالہ نے اپنی بیٹی کو آوازیں دیں کہ تمہارا سجدہ تو
بہت لمبا ہو چکا ہے اب اٹھ جاؤ۔ مگر وہ نہیں اٹھی تو خالہ
نے اپنی بہو کو آواز دی کہ دیکھو یہ اتنی دیر سے سجدے
میں ہے اٹھتی کیوں نہیں کہیں بے ہوش تو نہیں ہو چکی جب سی طرح
اسے ہلایا جلایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو نمازِ فجر کے
آخری سجدے سے ہی اپنے مالک حقیقی کو پیاری ہو چکی ہے۔
کیونکہ میرے ننھیال ددھیال میں زیادہ تر افراد بہت عبادت
گزار متقی اور پرہیزگار تھے اس لئے ان کی اموات بھی کھلے
طور پر اولیاء اللہ کے وصال جیسی ہی ہوتی تھیں میری اسی
خالہ کا بیٹا لیفٹیننٹ کرنل چھٹی لے کر ملنے گھر آیا تو خالہ جان سے کہا کہ
اماں مجھے سینے سے لگا کر میرا ماتھا چوم لو اس وقت بھی
تمام افرادِ خانہ اکٹھے ہی نمازِ فجر ادا کی تھی خالہ جان جائے
نماز سے اٹھ کر اپنے پلنگ پر بیٹھ کر تلاوت کر رہی تھی جب
ان کے بیٹے نے اپنی ماں کے سینے سے لگ جانے کی خواہش ظاہر
کی تو خالہ نے قرآن کریم کو جزدان میں لپیٹ کر میز پر پڑی
رحل پر رکھ دیا اور بیٹے کا سر اپنے سینے سے لگا کر ماتھا چومنے لگیں

اچانک خالہ جان نے محسوس کیا کہ ان کے بیٹے کا سر ڈھلک گیا ہے انہوں نے گھبرا کر چیخیں ماردیں کہ ارے دیکھو تو کہ میرے بیٹے کو کیا ہو گیا ہے جب اہل خانہ نے دیکھا تو بھائی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ادھر ہمارے شہر نیوکاسل میں دو مختلف گھرانوں کے مرد ہسپتال میں داخل تھے دونوں کو ہی ڈاکٹر جواب دے چکے تھے ڈاکٹروں نے قریباً ایک ہفتہ قبل دونوں گھرانوں کو کہہ دیا تھا کہ یہ لوگ بس گھڑی پل کے مہمان ہیں ایک پترے کو تو دیکھنے میں بھی ہوسپٹل بھی گئی تھی کیونکہ اس کی ایک عزیزہ میری پڑوسن اور سہیلی بھی تھی اس کے ساتھ مریض کو دیکھنے جانے کا اتفاق ہوا بقول ڈاکٹر وہ چند لمحوں کے مہمان جانکنی کے عالم میں ایک ہفتے سے زیادہ عرصہ گزار چکے تھے اس کے منہ میں بچوں کی چوسنی دے رکھی تھی کہ وہ زبان کو کاٹ نہ کھائے اس کی حالت دیکھ کر میں نے ان کے گھر والوں سے کہا کہ کل جمعہ ہے آپ مسجدوں میں دعا کرائیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکل آسان فرمائے دوسرے مریض کے اہل وعیال کو بھی یہ ہی مشورہ دیا تو انہوں نے اگلے دن نماز کے بعد دعا کی التجا کی تب امام صاحب نے ان دونوں مریضوں کے لئے الگ الگ طور پر خصوصی دعا کی تاکہ ان کی نجات ہو سکے

اللہ کی مرضی کہ ادھر مسجد میں خصوصی دعا کے بعد آمین کہی گئی ادھر ان دونوں مریضوں نے اپنی جان کو جان آفرین کے سپرد کر دیا۔

اللہ رحمان ورحیم سے التجا ہے کہ اپنی رحمت سے ہم سب کے لئے جانکنی قبر اور حشر کے علاوہ پل صراط کی منزل بھی آسان فرمائے آمین ہمارے اعمال کو نہ دیکھے بلکہ اپنی شان رحیمی وکریمی پر نظر رکھے اور اپنے شایان شان ہمیں مغفرت اور رحمت کی بھیک عطا فرما کر اپنے محبوب پاک کے شفقت و رحمت بھرے ہاتھ سے شفاعت و رحمت کا حصہ عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین

حیات جاوداں

چند ہفتے قبل مجھ سے ایک سال چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے چونکہ شوگر اور ہائی بلڈ پریشر کی طرح نعت اور درود پاک بھی ہمارے خون میں شامل ہے اس لئے قریب قریب سب ہی بہن بھائی زیادہ نہ سہی چند ایک نعتیں تو ضرور ہی کہہ چکے ہیں اور نعت پڑھنے کے ساتھ ساتھ میلاد کی محافل میں ابا جان کے کلام کے علاوہ آقا رحمۃ اللعالمین کی شان میں بیان کے بعد دعا اور ختم شریف پڑھنے سے بھی رغبت رکھتے ہیں الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام یا رسول اللہ چونکہ دادا جان محترم مرحوم و مغفور بھی مقرر مصنف ادیب شاعر عالم دین سکالر اور پیر طریقت تھے اور والد صاحب محترم مرحوم و مغفور بھی عالم دین شاعر ادیب مقرر جنرلسٹ ہونے کے علاوہ بہت بڑے ولی اللہ اور عاشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے شائقین حافظ مظہر الدین کے متعلق کچھ معلومات انٹرنیٹ پر دیکھ سکتے ہیں۔

میں جو کہ سراپا عصیاں ہوں اس کے باوجود میرے پانچ دیوان نعتوں وغیرہ کے ہو چکے ہیں اور میری کل آٹھ عدد کتب شائع بھی ہو چکی ہیں الحمدللہ اول مجموعہ حمد و نعت نغمات طیب دوئم مجموعہ حمد و نعت شعاع نور اور سوئم مجموعہ حمد و نعت نور کی دھارا چہارم نعتیہ کلام نور و سرور ہے اور منتخب کالموں کی یاد داشتیں بزم نور کے نام سے جب کہ اس کے علاوہ افسانوں کہانیوں یا جگ بیتی اور آپ بیتی بھی کہہ لیں یہ میری کتاب مینائے ادب کے نام سے ہے جو کہ معزز قارئین کرام کو ذہنی قلبی سکون و راحت اور تفریح طبع مہیا کریں گی انشاء اللہ۔

میرا یہ جو بھائی گیارہ ربیع الاول کو 4 فروری بروز ہفتہ وفات پا گیا ہے اس نے بھی کم از کم پچاس سے بھی کچھ زائد

نعتیں کہی ہیں اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتماعات
میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی خوشی سے ادا کیا کرتا تھا
خوش الحان اور اچھا مقرر ہونے کی بنا پر محفل لوٹ لیا
کرتا تھا اس کا کہنا تھا کہ میں نے ابا جان محترم سے سنا تھا کہ
نجانے لوگ موت سے کیوں ڈرتے اور خوف زدہ رہتے ہیں
اور بڑے وجد آفریں انداز میں والد صاحب محترم کا یہ شعر پڑھتا

کہ مظہرؔ ہزار جان فدا ایسی موت پر
سنتا ہوں مر کے ہو گی زیارت حضورؐ کی

اس کا کہنا تھا کہ والد صاحب کا یہ بھی فرمان تھا کہ حضرت
عزرائیل علیہ السلام کی کیا مجال کہ وہ غلامانِ محمدؐ الرسولؐ
اللہ کو کوئی تکلیف اور اذیت دے سکے لوگو تم لیس ان
بری حرکات کو چھوڑ دو جو کہ موت کو ہولناک یا پھر
اذیت ناک بناتی ہیں اور بے فکر ہو جاؤ کہ موت تو نوید
مسرت لے کر آئے گی یہ تو اپنے اللہ اور نبی کریمؐ صلعم سے
وصال کا وقت ہوتا ہے یعنی عید کی خوشیوں بھری گھڑی
کا نام موت ہے۔ غالباً شروع جنوری میں بھانجی نے کہا کہ
ماموں مارچ میں میرے بچے کی یوم پیدائش ہے آپ آئیں گے
ناں؟ تو بھائی نے کہا بیٹی، مارچ میں تو میں نہیں ہوں گا
اب جب جسم میں پانی بھر گیا ڈاکٹر مایوس ہو گئے تو بھانجی نے
بھائی کی بیٹی کو بتایا کہ چند ہفتے قبل ماموں نے کہا تھا کہ
مارچ میں میں نہیں ہوں گا تب بیٹی نے باپ سے پوچھا کیا یہ
بات آپ نے کہی تھی تو بھائی نے اپنی بیٹی کو کہا کہ مارچ تو
دور ہے لیس صرف چھ دن باقی ہیں اور پھر 4 فروری کو یعنی
چھٹے دن فجر پڑھ کر آرام کیا پھر کہا کہ مجھے غسل کرکے کپڑے
تبدیل کرتے ہیں انتہائی نقاہت کے باوجود غسل کرکے لباس
بدلا اور تھکن کے باعث آنکھیں بند کرکے لیٹ گیا بچے باتیں کرتے
تو ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے گاہے گاہے آنکھیں کھول کر دیکھ
لیتا پھر جب کسی سوالیہ جملے کا جواب نہیں ملا تو بچوں نے ہلایا

3

چلایا آخر ڈاکٹر نے تصدیق کر دی کہ وصال ہو چکا ہے بس ایک دو گہرے سانس لے کر خاموشی سے رخصت ہو گیا کہ پاس بیٹھے افراد بھی نہ جان پائے مگر سب کا کہنا ہے کہ چہرے پر بڑا ہی نکھار آ گیا تھا اور بڑی فاتحانہ مسکراہٹ اور نوجوانی جھلک آئی تھی جنازے پر موجود علماء اور نعت خوانوں کے علاوہ بھی سب کہہ رہے تھے کہ کاش ہمیں بھی ایسی ہی موت نصیب ہو بارہ ربیع الاول بھائی کی قبر میں پہلی رات تھی دفن کرنے سے قبل ایک نعت خواں نے ابا جان کی اس نعت سے پرسرور سماں باندھ دیا کہ

جس دل میں جلوہ گر ہے محبت حضورؐ کی
اس دل پہ لاکھ بار ہو رحمت حضورؐ کی

دیکھنے والے بھائی کے مسکراتے چہرے پر تازگی نوجوانی کی چھین دیکھ کر عش عش کر رہے تھے کیونکہ اس کا چہرہ تو اپنی عمر سے بہت ہی کم نظر آ رہا تھا سب نے دعا کی کہ یا الہی ہمیں بھی ایسی ہی بامراد اور کامیاب موت عطا فرمانا اگلی رات کچھ لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا اجتماع ہے اور میرے والد ماجد بڑے جوش و خروش سے تقریر بیان کر رہے ہیں سارے مجمع کا لباس بالکل سفید ہے اور ہاتھوں میں سبز جھنڈے لہرا رہے ہیں بھائی بھی والد صاحب محترم کے ایک قدم پیچھے کھڑا ہے اس کے ایک ہاتھ میں سبز جھنڈا ہے اور دوسرا ہاتھ احترام کے طور پر سینے پر رکھا ہوا ہے کسی اور نے خواب میں دیکھا بھائی بڑے وجد میں جھوم کر نعتیں پڑھ رہا ہے اور دیکھنے والے نے سوچا کہ یہ اس طرح ہنس اور گا رہا ہے کہیں پاگل تو نہیں ہو گیا۔ بھائی نے اس کی سوچ کو جان لیا اور کہا کہ تم لوگ تو تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کس قدر لذیذ اور خوشبودار غذا اور اچھے لباس اور رہائش یہاں ہیں

4

میرے بھائی کی وفات سے چند دن قبل ایک عزیزہ کا
وصال ہوا تھا وہ بھی بڑی نیک پاک اور معصوم روح
تھی تیس سال قبل جب اسکے والد کا وصال ہو گیا تو اپنی والدہ
کا بازو بن کر دوسرے بھائی بہنوں کی تعلیم و تربیت
شادی بیاہ کی ذمہ داریاں نبھانے میں کوئی کسر
اٹھا نہ رکھی تھی جب سب بھائی بہن پڑھ لکھ کر اچھی
ملازمت اور پھر بیاہ کر اپنے اپنے دنیا داری کے
بکھیڑوں میں جٹ گئے آنٹی نے بار بار کہا نکہت بیٹی
اللہ تمہیں جزائے خیر دے اب سب بچوں کے فرائض سے میں
سبکدوش ہو چکی ہوں بیٹی اب مجھے تمہاری فکر رہتی ہے
اگر تم رضامندی دے دو تو تمہارا نکاح کر کے میں تمہاری
طرف سے بھی بے فکر ہو جاؤں کرنل صاحب کی پنشن میں
میرا تو گزارا ہوتا ہی رہے گا
مگر نکہت ہمیشہ ہی ٹال مٹول کر جاتی اور آنٹی خاموش
ہو جاتیں یوں بھی آنٹی شوگر بلڈ پریشر کی مریض
تھیں بڑی بھرپور زندگی گزار کر اب وہیل چیئر پر
تھیں اپنی جوانی میں لاکھوں میں ایک حسینہ تعلیم یافتہ
بڑی سلجھی ہوئی اعلیٰ گھرانے کی بیٹی اور پھر کرنل ڈاکٹر
شوہر انتہائی محبت کرنے والا شائستہ اطوار شوہر بھی تھا
یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان تھا دن عید رات شب برات تھے
کہ اچانک کرنل صاحب ہارٹ اٹیک کے پہلے ہی حملے میں اللہ کو پیارے
ہو گئے یوں اچانک ہنستے بستے گھر میں خزاں نے ڈیرے
ڈال لیے - وہ عزیز و اقارب جو آنکھ ملا کر بات
کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے جو منہ میں آتا بک
لیتے آنٹی تو پہلے بھی بڑی کم گو اور بے ضرر سی خاتون
تھیں حالات کے ہاتھوں بے بس سی ہو کر رہ گئیں نکہت بیٹی
تعلیم سے فارغ ہوتے ہی ملازمت کر کے اپنی امی کی

5

مدد کرتیں اور حوصلہ بڑھاتی رہیں ان دنوں نکہت
اسلام آباد میں کونسلر تھی جب میری ملاقات ہوئی
تو آنٹی نے مجھے بھی کہا کہ اسے سمجھاؤ اکیلے زندگی
گزارنا بہت مشکل ہے کوئی شریک سفر ہونا چاہیئے اور
اگر نکہت کی اپنی کوئی پسند ہے تو بھی شریعت میں اس
کی اجازت ہے نکہت ہمیں بتائے ہمیں کوئی اعتراض
نہ ہوگا کیونکہ اب نکہت کوئی ناسمجھ الھڑ لڑکی نہیں ہے
سیانی ہو چکی ہے اس کی پسند ایسی ویسی تھوڑی
ہوگی مگر جب میں نے نکہت سے پوچھا تو وہ کھلکھلا کر
ہنس دی۔ ارے نہیں مجھے اتنی فرصت ہی کہاں
ہوتی ہے کہ کسی کو لفٹ کراؤں یوں بھی اب تو
عمر ڈھل رہی ہے شادی وغیرہ کا کوئی ارمان ہی
نہیں رہا۔ امی تو خواہ مخواہ ہی میرے لئے پریشان ہوتی ہیں
اور پھر اچھی بھلی تندرست نکہت اچانک دائمی مریض بنکر
چارپائی پر لگ گئی اور اب اس کے گردے فیل ہو گئے تھے
وہ آرمی کے ہوسپٹل میں اعلیٰ ترین علاج کے باوجود زندگی
کی بازی ہار گئی یہ صدمہ آنٹی کو اور بھی دکھی اور
علیل کر گیا وہ بیچاری موت اور زندگی کی کشمکش
میں مبتلا ہو کر انتہائی نگہداشت میں پہنچ گئیں میرے
بھائی کی وفات سے غالباً ایک ہفتہ پہلے نکہت میری بھانجی
کی خواب میں آئی اور کہا کہ میں تمہارے ماموں کو لے کر
جاؤں گی اس نے کہا کہ نہیں آپ ایسا نہ کہیں مگر نکہت
نے کہا ہاں میں انہیں لینے آئی ہوں اللہ کی کرنی ایک ہفتے
بعد بھائی کا وصال ہو گیا اور جس جگہ قبر کے لئے جگہ چاہی تھی
وہاں نہ مل سکی مگر نکہت کے بالکل ساتھ قبر کی جگہ مل گئی اور پھر
نکہت کی امی نے بتایا کہ کرنل صاحب میرے خواب میں آئے تھے اور

6

کہتے تھے اب تم میرے ساتھ چلو تم نے اس دکھوں کی دنیا
میں بہت رہ لیا بڑے بڑے مصائب سہہ لئے بہت ہو چکی ہے
اب تو تمہیں آرام چاہیئے اب تو میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں
گا اور اس کے ایک ہفتے بعد آنٹی نے جان، جان آفرین کے
سپرد کردی وصال کے کئی دن بعد تک گھر آتی رہیں اور
بچوں کو پیار کرتی رہیں بہو نے بھی دیکھا آنٹی سفید براق
لباس میں سامنے کھڑی ہیں ان کے چہرے پر بڑھاپے اور
جھریوں کا نام و نشان بھی نہ تھا بلکہ وہ تو ایک نوجوان
خوبرو حسینہ نظر آ رہی تھیں وہ جو ایک پارسا متقی
صابر و شاکر خاتون تھیں غسل دینے والی خواتین کا
بھی کہنا تھا کہ ان کے وجود سے نور کی شعاعیں نکل رہی
تھیں پر نور چہرے پر مسکراہٹ تھی حالانکہ وہ شدید تکلیف
میں رہ کر فوت ہوئی تھیں مگر اب تو آنٹی اپنے اللہ کی
رحمتوں کے مزے لوٹ رہی ہیں - ایسے بے شمار واقعات اور
مشاہدات کا تجربہ ہو چکا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
غلامانِ محمدؐ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال
کے بعد انتہائی موج میں ہیں اور ان نیک پاک ارواح
کو یہ اختیار بھی ہے کہ جب چاہیں جہاں چاہیں جا کر
میل ملاقات کرلیں ہے گھر بھی کر کے میری امیؒ اور
خالہؒ جان کے علاوہ بھی کچھ لوگ مجھے ملنے آئے مجھے
دعاؤں کے ساتھ تحائف بھی دیئے گئے۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت - مگر غلامانِ محمدؐ
مصطفیٰؐ تو حیاتِ جاودان کے بعد بڑے بڑے عہدے پا کر
فریادیوں کی فریاد رسی بھی کرتے ہیں یہ ہے شان ہمارے
شافعِؐ محشر احمدؐ مجتبیٰؐ محمدؐ مصطفیٰ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی
مگر کچھ لوگوں کا اصرار ہے کہ روحیں مقید ہوتی ہیں۔ شائد ان کی ہوتی
ہوں کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی جیسی روح ویسے فرشتے ہوتے ہیں۔

جب لعینوں نے درِ ظلم و ستم کھول دیا

ہم کافی خواتین مل بیٹھ کر اہل بیعت کرام کے یوم شہادت کے سلسلے میں قرآن خوانی کے بعد درود و نعت اور سلام پیش کرتے خانوادۂ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی حاضری لگوا کر ان کے اس احسان عظیم پر شکریہ ادا کرنے کے جشن کر رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی گھرانے کے چشم و چراغ اور فدایانِ دینِ حق نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر اپنے پیارے نانا جان رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتار گئے دینِ حق تعالیٰ کی عظمت اور بقا کے لئے جانیں لٹا دیں مگر بقول شاعر

اس مصیبت میں نہ پایا کبھی شاکی ان کو
آبرو ساقیٔ کوثر نے عطا کی ان کو

کیونکہ مولیٰ علیؓ کے خاندان، اماں فاطمہؓ کے جائے اور نبیٔ مکرم کے نواسےؓ ہم سب کے شہزادے ہمارے آقا امامؑ عالی مقام جانتے تھے کہ اللہ مالک الملک تو اپنے پسندیدہ اور مقبول بندوں کا امتحان لیتا ہے جیسے حضرت اسمٰعیلؑ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عشق و محبت کو اللہ جل جلالہٗ نے آزمایا اور جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے دل و جان کا نذرانہ بارگاہِ خداوندی میں بخوشی پیش کر دیا تو اللہ رحمان و رحیم نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ دنبہ ذبح کروا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا اور ان کے دشمن

کو حضرت عیسیٰ کا ہمشکل بنا کر پھانسی دلوا دی گئی
کیونکہ حضرت اسماعیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی تو
صرف اس دنیا تک کے لئے تھی، مگر اللہ پاک کو اپنے
محبوب کے پیارے نواسوں کو نہ صرف اس
دنیا بلکہ دائمی ابدی زندگی میں اعلیٰ ترین
مراتب عطا کرنا منظور تھا اور جنت الفردوس
میں تمام شہیدوں کے سردار بنانا تھا اس لئے
ان کا امتحان بھی ان کے شایانِ شان لیا گیا
وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمشکل
لاڈلے نواسے تھے وہ جن کی والدہ ماجدہ تمام کی تمام
جنتوں کی حوروں کی بھی سردار ہیں وہ لاڈلے
پیارے اور جنت کے جوانوں کے سردار صبر و شکر جن کو
گھٹی میں ملا تھا وہ شہزادگان جن کو نبی کریم رحمتِ
دو عالم نے گھٹی دی اپنی زبانِ مقدس چوسنے کا موقع
فراہم کیا پھر دعا فرمائی کہ یا اللہ ان کو صبر اور اجرِ عظیم
بھی دینا کیونکہ آقا سرکار دو عالم کو معلوم تھا
کہ ہمارے ان شہزادوں کو کرب و بلا کا سامنا کرنا
ہوگا اس لئے اپنے پیاروں کے لئے صبر شکر اور پھر
اس کے عوض اجرِ عظیم کی دعا فرمائی اور یہ ان کی
دعاؤں کا ہی اثر تھا کہ امام عالی مقام نے صبر و رضا
کا پیکر بن کر اپنے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے پسندیدہ
دین کے لئے اللہ پاک کے دین کی سربلندی اور حفاظت
کے لئے اپنے پورے خاندان کو قربان کر دیا آپ کی قربانی
ہر لحاظ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام سے بہت اعلیٰ درجہ رکھتی ہے
کیونکہ اگر امام حسنؓ اور حسینؓ اس وقت اپنے بیوی
بچوں بھائی بھتیجوں بہنوں دوستوں اور ساتھیوں
کی قربانی دینے کے بجائے صبر کا دامن چھوڑ کر اس کے

عوض اس بدکار لعین یزید کی بات مان لیتے اور دین اسلام کے
بیڑے کو منجدھار میں چھوڑ دیتے تو آج دین اسلام
کا نام و نشان بھی نہ ملتا اور اسلام قصۂ پارینہ
بن چکا ہوتا اور دین حق تعالیٰ کا کوئی بھی پیرو خطہ ارض پر نہ ملتا
یہ امامؓ عالی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ رضی اللہ
عنہ کا ہم پر ان کے خاندان اور ساتھیوں کے بہت
بڑا احسان ہے کہ جن کے مقدر میں شہادت تھی
وہ عظیم و مقدس ہستیاں جام شہادت نوش کر
گئے اور جن غازیان اسلام کے صبر و استقامت
کا ابھی اور امتحان لینا باقی تھا وہ قید و بند کی
صعوبتیں سہنے کے لئے یزید لعین کی فوج کے ہتھے
چڑھ گئے اور ان مقدس و محترم ایثار و وفا
کے عظمتوں والے محبان دین اسلام کی قربانی
کے صدقے آج ہم سب نعمت اسلام سے فیضیاب ہو رہے
ہیں مگر جیسا مجھے بتایا گیا کہ کچھ نا سمجھ یا عقل سے
عاری لوگ یہ سمجھتے اور بکتے ہیں کہ یزید اور
امامؓ عالی کی جنگ صرف اور صرف اقتدار کی
جنگ تھی تو میں تڑپ اٹھی کیونکہ امامؓ عالی مقام
پر یہ سراسر بہتان عظیم ہے اور یہ کسی بے ضمیر
خر دماغ اور کسی بد باطن کی سوچ کے علاوہ
کچھ حقیقت نہیں ہے اور خبردار ایسا سوچنا گناہ عظیم ہے کفر
ہے کیونکہ یزید ایک شرابی جواری زانی اور بدکار
لواطت کا رسیا تھا اور عورتوں کے ساتھ ظلم و جبر
سے ذلالت کرنے والا گمراہ شیطان حاکم بن بیٹھا تھا
اور چاہتا تھا کہ خاتم المرسلینؐ سرکار دو عالمؐ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لاڈلے چہیتےؓ دین حق تعالیٰ کے علم بردار حسنینؓ کریمین

4

اس فاسق و فاجر کے ہاتھ سے ہاتھ ملا کر دین اسلام
کی گردن پر چھری پھیر کر راہ ہدایت سے منہ موڑ
لیں اور اس ظالم جابر کو اپنا حاکم تسلیم کر کے
دنیا کی دولت اور بڑے عہدے قبول کر لیں یوں
اس فاسق و فاجر ملعون یزید کی راہ میں کوئی روک
ٹوک کرنے والا نہ رہے گا۔ مگر حسنین کریمین کو یہ ہرگز
گوارہ نہ تھا کہ اللہ کے دین کو داغدار کرے اور اسلام
کا چہرہ مسخ کر کے بڑے عہدے دار بن کر بیٹھ جائیں
اسی لئے جب کوفے والوں نے اپنے قاصد بھیجے اور بے شمار
خطوط میں التجائیں کیں کہ خدارا آپؓ ہمیں یزید کے
ظلم اور جور و ستم سے بچائیے یزید لعین کی عیاشیوں
کی وجہ سے ہم لوگوں کی زندگیاں اجیرن ہو چکی
ہیں وہ بدکار ہماری عزتوں سے کھیلتا ہے
اور اس ملعون کے ہاتھ سے کسی کا بھی جان مال
آبرو اور ایمان محفوظ نہیں ہے وہ کنواری
بچیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور ہم
اس ظالم و جابر فاسق و فاجر کے سامنے بالکل
مجبور اور بے بس ہیں آپؓ ہماری آخری امید ہیں
اگر آج آپؓ نے ہماری فریاد رسی نہ کی تو
حشر کے میدان میں ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
آپؓ کی شکایت کریں گے کہ آپؓ نے یزید کے ظلم
سے بچانے کے لئے ہماری کچھ بھی مدد نہیں کی تھی
آپؓ اگر ہمارا ساتھ دیتے تو شائد ہمارا دین
ہمارا ایمان جان مال اور آبرو لٹنے سے بچ جاتے
اگر آپؓ تشریف لائیں تو ہم لوگ آپؓ کے ہاتھ
میں اپنا ہاتھ دے کر اللہ تعالیٰ کے دین کی پناہ

میں رہ سکیں گے آ گئے اور ہمیں بے دین ہو کر مرنے سے
بچا لیجئے جس وقت امام عالی مقامؓ نے وہ خط
پڑھا جس میں بارگاہ رب العزت میں روز محشر اللہ
تعالی سے شکایت کی دھمکی دی گئی تھی حسنین کریمین
نے فرمایا اب جو بھی ہو مجھے کوفے جا کر حالات
کو سدھارنے کی کوشش کرنی ہے تاکہ میدان
محشر میں اللہ پاک اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے اس لئے مجھے اپنی سی
ضروری کوشش کر دیکھنا چاہیئے یوں بھی یزید کے مقرر
کردہ گورنر نے آپؓ کو مکے اور مدینے سے نکل جانے کا
آخری نوٹس دے دیا تھا اور صاف طور پر یزید لعین
کا پیغام بھی پہنچا دیا تھا کہ اگر یزید کو اپنا خلیفہ
اور حاکم مان لو گے تب تو آپؓ کو دولت عزت عہدہ
اور جاگیر بھی ملے گی لیکن اگر نہیں مانتے تو پھر
اب آپؓ یزید کی مملکت میں نہیں رہ سکتے اب آپؓ رضی اللہ
عنہ تو اسلامی مملکت پر قابض بدکار اور ظالم و جابر
حکمران یزید کے حکم کو مان کر دولت اور عہدوں کی خاطر
پیارے دین حق تعالی سے منہ نہیں موڑ سکتے تھے اور پھر
شاہزادے حسنینؓ کریمین اسلامی مملکت کو چھوڑ کر بھی کسی
دوسرے ملک انگلینڈ امریکہ جاتے یا روس کے پاس سیاسی پناہ
کی بھیک لینے والوں میں سے نہیں تھے آپؓ نے اپنے
ہمراہ عزیزوں رشتہ داروں اور چند مخلص احباب کو بھی ساتھ
لے لیا اور زاد راہ صرف اللہ پر توکل ساتھ تھا مل
ملا کر خواتین بچے بڑے کل بہتر افراد پر مشتمل قافلہ

لے کر شہنشاہِ دو عالم کے لاڈلے پیارے راج دلارے
شہزادوں اور شہزادیوں نے غریب الدیار مسافروں
نے اپنا ہجرت کا سفر شروع کیا اماںؑ فاطمہؑ کی
قبرِ اطہر کو باچشمِ نم الوداع کہا اپنے ناناؐ
جان کے روضۂ انور پر آنسوؤں کے نذرانے
پیش کرکے اجازت کی اور بوجھل دل، جگر چاک
خستہ پریشان حال کربلا کے میدان میں جا ٹھہرے کہ یہاں
دریائے فرات کے کنارے جلتی دوپہر میں پانی
تو دستیاب ہوگا وضو کے علاوہ پینے کے بھی کام آئے گا
مگر خانوادۂ رسولؐ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے دشمنوں نے پانی پر فوج کا پہرہ بٹھا دیا اور
کہا کہ دریا کا پانی چاہیے تو یزید کو حاکم تسلیم
کرلو ورنہ دریا کے کنارے بھوک پیاس سے تڑپ
تڑپ کے مر جاؤ پانی نہیں لینے دیں گے۔ وہ جو اپنے
ناناؐ رحمتہ اللعالمین کی امت کے غمخوار تھے ان کے
پاس کوئی فوج تھی نہ ہی کوئی سامان حرب آپؑ
سب ان ظالموں کی فوجوں میں تنہا ہی گھرے ہوئے
تھے جب بھی اور جو بھی بچوں کو پیاس سے بلکتے دیکھ
کر دریا سے پانی کا مشکیزہ بھرنے جاتا تو ظالم کافر
اسے تیروں سے چھلنی کر دیتے تھے ایک کے بعد دوسرے
نے یعنی ایک ایک کرکے تمام شہزادے جامِ شہادت نوش
کرتے گئے قرآنِ کریم میں اللہ وحدہٗ لاشریک فرماتے
ہیں کہ اے ایمان والو شہیدوں کو مردہ مت کہا
کرو کیونکہ وہ تو زندہ ہیں اور اپنے ربّ کے پاس رزق
بھی کھاتے ہیں مگر تم اس زندگی کا شعور نہیں رکھتے

رسولِ کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پاک ہے کہ شہید
کو بوقتِ شہادت صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی
کہ چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے امامؓ عالی کے تمام ساتھی
چونکہ مرتبۂ شہادت کی عظمت سے واقف تھے اسی لئے جب
نواسۂ رسولِ مقبول امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمادیا
کہ آج کی رات ہم خیموں کی بتیاں بجھا دیں گے
تاکہ آپ لوگوں میں سے جو بھی عزیز اپنی جان بچا کر جانا
چاہتے ہیں میری طرف سے آپکو اجازت ہے کیونکہ
اب یہ بات یقینی ہے کہ کل ہم سب کو یزید کی فوج
شہید کردے گی اس لئے جن احباب کی خواہش ہو
وہ رات کے اندھیرے میں اپنی جانیں بچا کر جا سکتے
ہیں مگر اگلے دن آپؓ نے دیکھا کہ تمام جانثار وہاں
پر موجود ہیں تو آپؓ کے استفسار پر سب نے یک زبان
ہو کر عرض کی کہ آپؓ کا حکم سر آنکھوں پر مگر ہم
تو اپنی جانیں آپؓ اور آپؓ کے اہل وعیال پر فدا کرنا
چاہتے ہیں کہ آپؓ دینِ حق کے علم بردار ہیں اور
دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے باطل کے سامنے
سینہ سپر ہیں خدارا ہمیں آپؓ پر جانثاری کی
سعادت سے محروم نہ کیجئے ہم آپؓ کو چھوڑ
کر ہرگز نہ جائیں گے کیونکہ آپؓ پر فدا ہو جانا ہمارے
لئے بہت بڑا اعزاز ہوگا کیونکہ حسنینؓ کریمین تو
وہ شہزادے تھے جن کے نانا جان رحمۃ للعالمین صلی اللہ
علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام نے بتا دیا تھا کہ
ہمارے ان شہزادوںؓ کو شہید کیا جائے گا یہ خبر
سن کر آقائے دو عالمؐ رنجیدہ ہوئے تھے مگر اللہ جل
شانہ سے یہ درخواست نہیں کی کہ میرے پیاروںؓ
کو اس مصیبت سے بچا لے اگر آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ دعا فرما دیتے کہ الہی واقعاتِ کرب و بلا کو ٹال دیجئے
تو یقیناً اللہ ربّ العزت آپؐ کی بات رکھتے مگر آقا سرکار سرور
دو جہاں نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرما دی کہ اے میرے اللہ
وحدہٗ لاشریک حسنینؓ کریمین کو صبرِ جمیل عطا کرنا اور اجرِ عظیم
بھی دینا باقی افرادِ خانہ نے بھی جب آقا شہنشاہ
دو جہاں کے مقدس لبوں سے یہ خبر سنی کہ ایک
وقت آئے گا جب ہمارے خانوادے کو غریب
الوطنی میں کرب و بلا میں مبتلا ہونا پڑے
گا کچھ کو جامِ شہادت نصیب ہو گا اور کچھ قید
و بند کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جائیں گے یہ خبر
پاکر سب صبر و رضا کا پیکر بن گئے کہ اللہ مالک الملک
کی جو بھی مرضی ہوگی وہ رحمان و رحیم بہتر جانتا
ہے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے
کوئی شکوہ نہیں کیا نہ ہی باقی افرادِ خانہ نے کوئی بھی
واویلا کیا کسی نے ماتم کیا نہ ہی کالے کپڑے پہن کر بال
کھول کر سینہ کوبی کی اور کسی بھی طریقے سے غم کا اظہار
نہیں کیا گیا بس رضائے الہی پر قناعت کی گئی۔ اور
ہمارے آقا و مولا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
صبر و شکر کا تو یہ عالم تھا کہ جب یزید لعین کی دادی
ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کا کلیجہ
نکال کر چبا کر تھوک دیا تھا اور آپؓ کے کان
ناک ہونٹ وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر گلے میں پہنا
تھا تب بھی آقا رحمتِ عالم نے یا کسی صحابی یا کسی
صحابیہ نے بھی سینہ کوبی نہ کی بلکہ ایک حدیث میں
ہے کہ ایسی عورتوں کے سروں میں خاک ڈالدیتے

۹

کا حکم فرمایا اور آقا رحمۃ اللعالمین کے عفو اور صبر کی شان دیکھیئے کہ جب یزید کی دادی ہندہ کو اسلام کی محبت دل میں جاگزین ہوئی اس نے اسلام قبول کرلیا تو سرکارِ دوعالم نے اسے اپنے اللہ کے دین کے لئے قبول تو کرلیا مگر فرمایا تو صرف اتنا، کہ جب بھی حضورؐ پاک علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو نظروں کے سامنے بیٹھنے کی بجائے پشت مبارک کی طرف بیٹھا کرے کیونکہ پیارے حضرت حمزہؓ کی شہادت کا خیال آقا علیہ السلام کو ملول کر دیتا تھا۔ یا سیدی یا حبیبی یا مرشدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تیری ذات پر ہو درود بھی تیری ذات پر ہو سلام بھی کہ

پڑھتے ہیں تجھ پہ لوگ ہر اک شہر میں درود
سنتے ہیں تجھ کو کوچہ و بازار السلام

ایسے عظیم المرتبت نانا جان جو کہ محبوبِ ربّ العالمین ہیں اور سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت اور گناہ گاروں کے دادرس شافع محشر بھی نورِ مجسم بھی ہیں ان کے نورانی گھرانے کی شان بھی سب سے افضل اور بالا و اعلیٰ اور جدا تھی اسی لئے جام شہادت نوش کرتے وقت بھی حسنین کریمین کو امت رسولِ کریم کی ہی فکر رہی آپؓ نے یہ ہی فریاد بارگاہِ ربّ العزت میں کی کہ

یارب بحق گوہر دندانِ مصطفیٰ
یارب بحق خونِ سر شاہِ مرتضیٰ
یارب بحق حرمتِ زہرا و مجتبیٰ
کچھ اور مانگتا نہیں اصغر کا خوں بہا

ہے تجھ سے التجا یہی مجھ دل ملول کی
امت کو بخشش دیجیو میرے نانا رسولؐ کی
اور بیکس ہوں تشنہ کام ہوں تیغوں سے چور ہوں
یارب گواہ رہیو کہ میں بے قصور ہوں
خوشی سے سر کٹاتا اور نہ کرتا بیعت فاسق کی
یہی ہے فاطمہؑ کے دودھ کی تاثیر کیا کہنا

پیارے امامؑ کا سر تن سے جدا کر کے نیزے پر اٹھالیا گیا اور افسوس صد افسوس جن شہزادیوں کے مقدس و محترم وجود کو چاند سورج نے بھی نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ کی تھی ان کے سروں سے چادریں کھینچ لیں گئیں ان باحیا اور باپردہ مقدس اور معصوموں کو برہنہ سر برہنہ پا بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر گلیوں اور بازاروں میں پھرایا گیا اور اعلان کیا گیا دیکھو دیکھو دیکھو اے لوگوں یہ جو بہت پردہ دار تھیں بڑی حیادار تھیں جن کی شرافت و نجابت کے ڈنکے بجتے تھے سب دیکھو یہ ہے ان کا انجام اور حاکم وقت یزید مردود ملعون کی حکم عدولی کا نتیجہ اور یوں ہی بازاروں میں گذار کر سیدؑ زادیوں کو یزید لعین کے سامنے ہنٹر مار کر پیش کیا گیا اور یزید ملعون نے امامؑ عالی مقام کے سر مبارک و مقدس کو چھڑیاں ماریں اور بڑی وحشت اور نفرت و نخوت سے قہقہے لگائے اس ظالم ملعون کی ان ناپاک پلید حرکتوں کو دیکھ کر پابہ جولاں حضرت بی بی زینبؑ تڑپ اٹھیں بے چین اور بے قرار ہو گئیں اور تڑپ کر اس بدکار لعین حاکم یزید کو بد دعا دی کہ تم نے جو جو ضلالت کی ہے

اس کے نتیجے میں تم پر ہمیشہ لعنت برسے گی اور
پھر تم پچھتاؤ گے قیامت تک روؤ گے تڑپو
گے تمہاری تمام نسلیں بھی خود کو سزا دیتے کے
لئے پیٹیں گی مگر ان پر بھی لعنت ہی برستی
رہے گی تم ہمیشہ ذلتوں اور رسوائیوں میں
ہی ڈوبے رہو گے یہ ہے کربلا کے واقعہ کی دھندلی
سی تصویر یا پھر ہلکی سی جھلک جو نواسۂ
محبوبِ ربّ العالمین نے دینِ اسلام کی بقا کے
لئے جتن کئے تھے گھروں میں عیش و آرام سے
رہنے والے کیونکر ریگستان کی جلتی چھلتی
دوپہر اور راتوں کی خنکی کا کیسے اندازہ
کر سکیں گے کوئی کیونکر ان بھوکے پیاسے
بے گھر اور دہشت زدہ ذہنوں زخموں سے چور جسموں ناتوان
وجود کے درد کو محسوس کر سکیں گے ارے ظالمو تم
ان سیدوں کے شریف و نجیب خون، شہادت اور
محترم مقدس عابدوں کی بے پناہ قربانیوں اور
اذیتناک تکالیف و مصائب سے پُر احسانوں کا یہ انعام
اور صلہ دے رہے ہو؟ بجائے اس کے کہ تم ان محترم
مقدس ہستیوں کا شکریہ ادا کرو جو خود مصائب
اور آلام میں گرفتار ہو کر اور دینِ حق تعالیٰ
پر قربان ہو کر تمہیں پرچم اسلام کا سایہ عطا
کر گئے ہیں اور تم الٹا ان محترم مکرم ہستیوں پر ایسا
گھناؤنا الزام دھر رہے ہو کہ وہ یزید سے اس کا اقتدار چھینا اور
اور خود حاکم بننا چاہتے تھے یقیناً ایسی سوچ رکھنے والے یزیدی ہیں۔